UNIVERSAL
LIBRARY

OU_226061

UNIVERSAL
LIBRARY

لا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم

الحمد للہ والمنة کہ رسالہ نافعہ

فیصلۃ الاعلام فی دار الحرب ودار الاسلام

المعروف بہ

کیا ہندوستان ۱۳۵۲ھ دار الحرب ہے؟

افاضات مبارکہ

قطب العالم امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز

مع ترجمہ وشرح اردو

از جناب مولانا الحاج المفتی محمد شفیع صاحب مدرس دار العلوم دیوبند

ومع حاشیہ

از حضرت مولانا الحاج المولوی محمد سہول صاحب عثمانی مدظلہم صدر مفتی دار العلوم دیوبند

از مکتبہ دار التبلیغ دیوبند ضلع سہارنپور شائع گردید

قیمت ۳

علمی سرمایہ

جن کا مطالعہ مسلمانوں کی علمی، مذہبی، اقتصادی، تمدنی زندگی کے لئے انقلاب آفریں ہے

تعلیماتِ اسلام نمبر (۱)

فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند کا معرکۃ الآراء و گرانقدر مضمون جس میں اسلام کے اہم ترین مسئلہ مشورہ و استخارہ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ مسئلہ کے تمام پہلو روز روشن کی طرح واضح کر کے مسلمانوں کے دینی و دنیوی فلاح کی صورتیں بتلائی ہیں۔ قیمت صرف آٹھ آنہ (۸ر) رعایتی۔

قصیدہ لامیۃ المعجزات / مع شرح اردو۔ قیمت ۱۰ر

حجۃ الاسلام

مؤلفہ حضرت قاسم العلوم و الخیرات مولانا محمد قاسم صاحب بانی دار العلوم دیوبند

جس میں کلمہ طیبہ کی تحقیق، توحید و رسالت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت و معجزات فضیلت النبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر محققانہ و سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ حضرت شیخ الہند رح نے کتاب کے عنوانات توضیح سے مزید فوائد کا اضافہ فرمایا ہے۔

قیمت صرف آٹھ آنہ (۸ر) رعایتی

تعلیماتِ اسلام نمبر (۲)

مؤلفہ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند مؤلف اشاعت اسلام حضرت مولانا کا وہ معرکۃ الآراء مضمون جو آج تک کتابی شکل میں شائع نہ ہوا تھا۔ اس میں اسلام کے بہت بڑے اہم مسئلہ دعاء و استغفار پر محققانہ بحث کی گئی ہے۔ دعاء و استغفار کی علمی، مذہبی، شرعی تحقیق اور اس کے تمام پہلو روشن کر دیئے گئے ہیں۔ اعتراضات و شبہات کے جوابات کا پہلو قابل دید ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے عام و خاص استفادہ حاصل کرتے ہیں۔ قابل دید مضمون ہے۔

قیمت اصلی ۸ر رعایتی خاص ۴ر

تعلیم حضرت مولانا موصوف کی علم اور فضیلتِ علم پر بے نظیر تالیف

اشاعتِ اسلام

یعنی

دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا

مؤلفہ فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب صدر مہتمم دار العلوم دیوبند و مفتی عدالت العالیہ دکن

اسلامی دنیا میں قابل دید تصنیف ہے جو اپنے محققانہ انداز بیان و سلاست تحریر وغیرہ کے اعتبار سے دنیا بھر میں بے نظیر کتاب ہے کتاب کی عام مقبولیت محتاج تعارف نہیں ہے۔ دو ایڈیشن طبع ہو کر ہاتھوں ہاتھ ختم ہو گئے۔ مؤلفین و مقررین و مبلغین اسلام کیلئے خاص چیز ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ معمولی تعلیم یافتہ یا اعلیٰ تعلیم یافتہ ہر طبقہ کے لئے از حد ضروری ہے۔ قیمت رعایتی بجائے ۔۔۔ کے صرف عا

صداقتِ اسلام

یعنی

تقریر دلپذیر محشی معنون

افاضات مبارکہ حضرت قاسم العلوم مولانا محمد قاسم صاحب بانی دار العلوم دیوبند

حضرت مولانا کی مشہور و معروف تالیف ہے جو کلامی دنیا میں ایک قابل قدر چیز ہے، اسلامی توحید و رسالت اور اس کے بنیادی اصول پر ایسے محققانہ عقلی دلائل کا ذخیرہ جمع کیا گیا ہے کہ اہل علم حضرات اس کے دلدادہ و شیدا ہیں۔ اس کتاب کا مطالعہ بڑی بڑی ضخیم علم کلام کے مطالعہ سے مستغنی و لاپرواہ کر دیتا ہے

قیمت خاص رعایتی عہ

حقانیتِ اسلام

مؤلفہ فخر المتکلمین حضرت العلامۃ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی صدر مہتمم دار العلوم دیوبند

الاسلام کے نام سے مولانا کا وہ مقبول و مستند مضمون ہے جو جلسہ مؤتمر الاسلام کے جلسہ کے اجلاس میں سامعین کو محو حیرت بنا چکا، حقانیتِ اسلام کے وہ زبردست دلائل جمع کئے ہیں کہ جن کے مطالعہ سے کٹر سے کٹر معاند بھی اسلامی عقائد، توحید و رسالت کے سامنے سر تسلیم خم کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مناظرین و واعظین و مقررین حضرات کے لئے نہایت کام کی چیز ہے۔ قیمت اصلی ۶ر رعایتی ۳ر

اسلامی توحید یا مؤمن کی پہچان از روئے قرآن۔ قیمت ۴ر

تحذیر الناس محشی طبع جدید

مؤلفہ حضرت قاسم العلوم مولانا محمد قاسم صاحب بانی دار العلوم جس میں مسئلہ ختم النبوۃ پر مستقل بحث کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ہونیکا اثبات کیا گیا ہے۔ نا فہموں کی غلط فہمی رفع کرنے کیلئے حواشی شامل کیا ۔۔۔ ۲ر

ملنے کا پتہ:- مکتبہ دار التبلیغ دیوبند (یو۔پی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا ہندوستان دارالحرب ہے

از قطب عالم فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ

ہندوستان چونکہ باعتبار اپنی آبادی حکومت و تسلط مسلم وغیر مسلم پر مشتمل ہے اور ان کے بدلنے کے ساتھ ساتھ بہت سے احکام اسلام میں بھی تغیر و تبدل ہو جاتا ہے۔ اسی لئے ہندوستان کے دارالاسلام و دارالحرب ہونے کا مسئلہ ایک عرصہ سے زیر بحث چلا آتا ہے چنانچہ اس سلسلہ میں آج قطب عالم جنید زماں ابوحنیفۂ وقت حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وہ فتویٰ شائع کیا جاتا ہے جو آپ نے ہندوستان کے دارالحرب ہونے کے متعلق بعض اہل علم تلامذہ کے سوال کے جواب میں مفصل و مکمل تحریر فرمایا ہے۔ اور جس کی نقل حضرت ممدوح کے صاحبزادے حضرت العلامۃ مولانا حکیم مسعود احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے احقر کو عطا فرمائی تھی۔ اور حضرت کے اقارب و تلامذہ میں دوسرے متعدد حضرات کے پاس بھی اس کی نقلیں موجود ہیں

اس مسئلہ کی ضرورت اور شرعی اہمیت

جو لوگ فقہ اور فتاویٰ سے مناسبت رکھتے ہیں ان پر یہ بات مخفی نہیں کہ تقریباً فقہ کے تمام ابواب۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، نکاح، طلاق اور بالخصوص بیع و شراء۔ اجارہ و دیگر معاملات میں سیکڑوں مسائل شرعیہ میں دارالاسلام کے لئے کچھ ہے اور دارالحرب کے لئے دوسرا۔ اس لئے اگر یوں کہا جائے کہ احکام شرعیہ کا ایک بہت بڑا حصہ اس پر موقوف ہے کہ ان پر عمل کرنے والے جس ملک میں آباد ہیں پہلے اس کا دارالاسلام یا دارالحرب ہونا متعین کریں تو بالکل صحیح و درست ہے اسی لئے مدت سے یہ مسئلہ علماء ہندوستان میں زیر بحث ہے۔

قطب عالم حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ سے بھی یہ مسئلہ دریافت کیا گیا حضرت نے ضرورت وقت کا لحاظ فرما کر خلاف عادت اس کا جواب نہایت شرح و بسط کے ساتھ تحریر فرمایا جو الحمد للہ احقر کو دستیاب ہو گیا۔ اور رسالہ المفتی کو اس کی اشاعت کا شرف حاصل ہوا۔

(تنبیہ) اصل فتویٰ فارسی زبان میں ہے احقر نے افادہ خواص و عوام کے خیال سے اصل فتویٰ کو بعینہٖ باقی رکھنے کے ساتھ اس کا ترجمہ بھی ساتھ ساتھ لکھ دیا۔ حق تعالیٰ اسکو بھی اصل کی طرح مقبول و مفید فرمائے۔ آمین۔ اصل رسالہ پر حضرت نے کوئی نام تجویز نہیں فرمایا بغرض سہولت احقر نے اس کا نام بھی فیصلۃ الاعلام فی دارالحرب و دارالاسلام رکھدیا۔

ناکارہ خلائق
بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ
۲۹ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ

ف دارالحرب کے لفظ کا اصطلاحی مفہوم دارالکفر وغیرہ کے مفہوم کو بھی شامل ہے ۱۲

۱۵ بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال

معروض بحضرت علماء کرام ومفتیان اسلام این است کہ بیشتر از احکام شرعیہ موقوف ست بر امتیاز دار الاسلام از دار الحرب ست چنانکہ بر حضرات علماء مخفی نیست پس چہ می فرمایند علماء عصر دریں باب کہ بلاد ہندوستان دریں ایام کہ بہمون وجہ زیر تسلط نصاری ست دار الحرب قرار دادہ خواہد شد یا دار الاسلام؟ بینوا توجروا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

باید دانست کہ مدار بودن بلدہ و ملکے دار الاسلام و دار الحرب بر غلبہ[۱] اسلام و غلبہ کفار است وبس لہذا ہر موضع کہ مقہور تحت حکم مسلمین است آں را بلاد اسلام گفتہ خواہد شد؟ قال فی جامع الرموز کتاب الجہاد[۲]

دار الاسلام ما یجری فیہ حکم امام المسلمین ودار الحرب ما جری فیہ امور رئیس الکافرین۔ کما فی الکافی وذکر فی الزاہدی انہا ما غلب فیہ من المسلمین وکانوا فیہ امنین ودار الحرب ما خافوا فیہ من الکافرین۔

سوال: حضرات علماء کرام اور مفتیان اسلام کی خدمت میں عرض ہے کہ بہت سے احکام شرعیہ اس پر موقوف ہیں۔ دار الاسلام اور دار الحرب میں امتیاز کیا جاوے جیسا کہ حضرات علماء پر مخفی نہیں؟ پس اس مسئلہ میں حضرات علماء عصر کیا فرماتے ہیں کہ بلاد ہندوستان جو آجکل ہر طرح سے نصاری کے تسلط و حکومت میں ہیں احکام شرعیہ میں ان کو دار الحرب قرار دیا جائیگا یا دار الاسلام؟ بینوا وتوجروا؟

الجواب

پہلے یہ بات سمجھ لینا چاہئے کہ کسی ملک اور کسی شہر کے دار الاسلام یا دار الحرب ہونے کا مدار اس پر ہے کہ اس پر غلبہ اہل اسلام کا ہے یا کفار کا۔ بناء علیہ جو شہر مسلمانوں کے زیر حکومت ہے وہ دار الاسلام کہلائیگا جیسا کہ جامع الرموز میں ہے؟

دار الاسلام ما یجری فیہ حکم امام المسلمین وکانوا فیہ امنین ودار الحرب ما خافوا فیہ من الکافرین انتہی	دار الاسلام وہ ملک ہے جس میں مسلمانوں کے امام کا حکم چلتا ہو اور مسلمان اس میں مامون ہوں اور دار الحرب وہ ہے جس میں مسلمان کفار سے اپنے جان ومال کا خوف رکھتے ہوں؟

[۱] فتاوی عزیزی مطبوعہ مجتبائی۔ جلد اول صلا میں ہے۔ در کافی می نویسد۔ آن المراد بدار الاسلام بلاد یجری فیہا حکم امام المسلمین ویکون تحت قہرہ وبدار الحرب بلاد یجری فیہا امر عظیمہا وتکون تحت قہرہ۔ اور رد المحتار جلد سوم باب المستامن ص۲۰۳ میں ہے۔ المراد بالدار الاقلیم المختص بقہر ملک اسلام او کفر لا ما یشمل دار السکنی۔ اور فتاوی عالمگیری جلد سادس کتاب الفرائض الباب الخامس فی الموانع ص۲۳۲ مطبوعہ کلکتہ میں ہے والدار انما تختلف باختلاف المنعۃ ای الجیش والملک لانقطاع العصمۃ فیما بینہم۔ اور بدائع الصنائع جلد ۷۔ کتاب السیر فصل بیان الاحکام التی تختلف الخ ص۱۳۱ میں ہے۔ ان المقصود من اضافۃ الدار الی الاسلام والکفر لیس ہو عین الاسلام والکفر وانما المقصود ہو الامن والخوف ومعناہ ان الامان ان کان للمسلمین فیہا علی الاطلاق والخوف للکفرۃ علی الاطلاق فہی دار الاسلام وان کان الامان فیہا لکفرۃ علی الاطلاق والخوف للمسلمین علی الاطلاق ... والاحکام مبنیۃ علی الامان والخوف لا علی الاسلام والکفر۔ ضم

وقال فی الدر المختار

سئل قارئ الھدایۃ عن البحر الملح امن دار الحرب او الاسلام اجاب انہ لیس من احد القبیلتین لانہ لاقھر لاحد علیہ انتھی ؎

غرض ازنقل این عبارت این ست کہ مدار بودن دار کفر و اسلام بر غلبہ کفر و اسلام ست وبس۔ اگرچہ در بحر ملح قول راجح بدار الحرب بودن باشد لیکن بوجہ دیگر ہر مقامیکہ مقہور ہر دو فریق باشد۔ آں را بحکم الاسلام یعلو ولا یعلی ہم دار الاسلام خواہند گفت مگر ہمیں شرط مذکور کہ غلبہ بعض وجوہ اسلام در آنجا باشد نہ آنکہ نفس مقام مسلمین در آنجا بود یا اظہار بعض شعائر اسلام بحکم کفار در آنجا باشد کہ نفس کون اسلام در دارے و اظہار احکام اسلام باذن کفار در بلدۃ ؎ قابل اعتبار نیست وعلیٰ ہذا بودن کفار در دار الاسلام و اظہار شعائر کفر باذن حکام اسلام یا بغفلت ایشان در آنجا دار الاسلام بودن را ضرر نمی کند چہ در ہر دو شق غلبہ یافتہ نمی شود۔ و حکم غلبہ را ہست نہ نفس وجود و ظہور را۔۔۔۔۔۔

آور در مختار میں ہے :۔

سئل قارئ الھدایۃ عن البحر الملح امن دار الحرب او الاسلام اجاب انہ لیس من احد القبیلتین لانہ لاقھر لاحد علیہ انتھی	قاری الہدایہ سے سمندر کے متعلق دریافت کیا گیا کہ وہ دار الحرب میں داخل ہے یا دار الاسلام میں تو انھوں نے جواب دیا کہ وہ دونوں میں سے کسی میں بھی داخل نہیں کیونکہ اس پر کسی کا (مکمل) قبضہ نہیں ہے

اس عبارت کے نقل کرنے سے ہماری غرض یہ ہے کہ کسی ملک کے دار الاسلام یا دار الحرب ہونے کا مدار صرف اسلام یا کفر کے غلبہ پر ہے۔ اور اگرچہ سمندر کے بارہ میں قول راجح یہی ہو کہ وہ دار الحرب میں داخل ہے لیکن ہر ایسے مقام کو جو اہل اسلام و کفار دونوں کا (برابر درجہ میں) مقہور ہو دار الاسلام ہی کہا جائیگا۔ کیونکہ قاعدہ مشہورہ الاسلام یعلو ولا یعلی (یعنی اسلام غالب رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا) اسی کا متقضی ہے۔ مگر اس مقام کو دار الاسلام اُسی شرط مذکور کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ بعض حکام اسلام کا قبضہ اور تسلط اس جگہ ہو ورنہ محض اس بنا پر کہ اس ملک میں مسلمان آباد ہیں یا وہ کفار کی اجازت سے شعائر اسلام کو ادا کرسکتے ہیں اس ملک کو دار الاسلام نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ کسی ملک میں محض مسلمانوں کے آباد ہونے اور باذن کفار شعائر اسلامیہ کو ادا کرسکنے کا کوئی اعتبار نہیں۔ اسی طرح کسی ملک میں کفار کا آباد ہونا یا شعائر کفر کا مسلمانوں کی اجازت یا اُن کی غفلت سے وہاں ظاہر کرنا اس ملک کے دار الاسلام ہونے میں کوئی فرق پیدا نہیں کرتا۔ اس لئے کہ ان دونوں صورتوں میں غلبہ ان لوگوں کا نہیں پایا جاتا۔ اور مدار حکم غلبہ ہی ہے محض وجود یا ظہور پر نہیں۔

؎ یہ عبارت رد المحتار علی الدر المختار جلد ثالث باب استیلاء الکفار مطلب یلحق بدار الحرب المفازۃ والبحر الملح صفحہ ۲۴۷ میں ہے ۱۲

ازیں کہ اہل ذمہ در دار الاسلام قیام باذن اہل اسلام می کنند و شعائر خود را ظاہر مے نمایند۔ مگر دار الاسلام بحال خود می ماند۔ و مسلمین در دار کفر می روند و شعائر خود در آنجا ظاہر می کنند و ایں امر دار کفریت را رفع نمی کند۔

نہ بینی کہ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم بجمع کثیر در عمرۂ قضا بمکہ تشریف بردند و جماعت و نماز وغیرہ شعائر اسلام و عمرہ ہمہ باعلان بجا آوروند وایں قدر جمع داشتند کہ کفار را مقہور فرمایند۔ چنانچہ ہمیں قدر لشکر در حدیبیہ عزم تاراج کردن مکہ می فرمودند۔ مگر چوں ایں اظہار باذن کفار بود۔ دراں ـــــ یوم مکہ دار الاسلام نگشت بلکہ دار الحرب بماند۔ چرا کہ ایں قیام و اظہار اسلام باذن بود نہ بغلبہ۔

الحاصل ایں اصل کلی و قاعدہ کلیہ ہست کہ دار حرب مقہور کفر است و دار الاسلام مقہور اہل اسلام اگرچہ در یک دار دیگر فریق ہم موجود باشد بلا غلبہ و قہر۔

یہی وجہ ہے کہ کفار اہل ذمہ دار الاسلام میں مسلمانوں کی اجازت سے آباد رہتے ہیں اور اپنے شعائر کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ مگر دار الاسلام اپنے حال پر دار الاسلام ہی رہتا ہے۔ اسیطرح مسلمان دار الحرب میں جاتے ہیں اور اپنے شعائر کو بھی ظاہر کرتے ہیں مگر صرف اتنی بات سے وہ ملک دار الحرب ہونیسے خارج نہیں ہو جاتا۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم (فتح مکہ سے پہلے جبکہ مکہ مکرمہ دار الحرب تھا) عمرۂ قضا میں صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور جماعت و نماز وعمرہ وغیرہ شعائر اسلام کو اعلان کے ساتھ ادا فرمایا۔ اور اتنی بڑی جماعت آپ کے ساتھ تھی کہ کفار کو مقہور و مغلوب کر سکتی تھی چنانچہ (عمرۂ قضا سے پہلے) غزوہ حدیبیہ میں اسی قدر لشکر کے ساتھ یہ عزم ہو چکا تھا کہ مکہ معظمہ پر چڑھائی کر دی جاوے (مگر پھر جب واقعات کی تحقیق سے حضرت عثمان غنیؓ کے قتل کی خبر غلط ثابت ہوئی تو اس عزم کو چھوڑ دیا گیا) الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اس قدر لشکر اپنے ساتھ رکھتے تھے جو کفار مکہ کو مغلوب کر سکتا تھا) مگر چونکہ یہ (مکہ کا داخلہ) اور شعائر اسلام کا اظہار باذن کفار تھا اس لئے ان تین روز میں مکہ معظمہ کو بحکم دار الاسلام نہیں سمجھا گیا بلکہ وہ بدستور دار الحرب رہا کیونکہ یہ قیام مکہ اور اظہار اسلام اجازت کی بنا پر تھا غلبہ کی بنا پر نہ تھا۔

خلاصہ:۔ یہ ہے کہ قاعدہ کلیہ اس باب میں یہی ہے کہ دار الحرب وہ ہے جو مقہور کفار ہو اور دار الاسلام وہ جو مقہور اہل اسلام ہو۔ اگرچہ ایک دار میں دوسرے دار کے لوگ بھی بدون غلبہ و قہر کے آباد ہوں (مثلاً دار الاسلام میں کفار یا دار الحرب میں مسلمان بلا غلبہ و قہر آباد ہوں)

ھاآں جاکہ قہر ہر دو فریق باشد آں ہم دارالاسلام خواہد بود این اصل را خوب ذہن نشین می باید کرد کہ جملہ مسائل از ہمیں اصل برمی آیند وہمہ جزئیات این باب دائر بر ہمیں اصل ہستند۔

بعد ازیں امر دیگر باید شنید کہ ہر موضعیکہ دار کفر بود واہل اسلام بران غلبہ کردند وحکم اسلام دران جاری کردند۔ آن را جملہ علماء می فرمایند کہ دارالاسلام گشت۔ چراکہ غلبہ وقہر مسلمانان یافتہ شد۔ اگرچہ ببعض وجوہ غلبہ کفار ہم درآنجا باقی باشد۔ تاہم بحکم الاسلام یعلو ولا یعلی باتفاق دارالاسلام شد کما وضح سابقاً۔

باز واضح کردہ می شود کہ اگر ایں دخول واظہار اسلام بغلبہ نشدہ باشد ہیچ تغیرے در دارحرب نخواہد شد۔ ورنہ جرمن۔ وروس۔ وفرانس وچین جملہ ممالک نصاریٰ دارالاسلام می شوند ونشانی از دارالحرب در دنیا پدید نخواہد شد چراکہ در جملہ ممالک کفار۔ اہل اسلام باذن کفار احکام اسلام جاری می نمایند۔ وہذا ظاہر البطلان

اور جس ملک پر دونوں فریق (اہل اسلام اور کفار) کا تسلط ہو وہ بھی دارالاسلام ہی سمجھا جائیگا۔ اس قاعدہ اور اصل کلی کو اچھی طرح ذہن نشین کرلینا چاہیے کیونکہ تمام مسائل متعلقہ اسی اصل سے نکلتے ہیں اور اس باب کی تمام جزئیات اسی اصل کلی پر دائر ہیں ؏

دارالحرب پر مسلمانوں کا قبضہ اس کے بعد ایک اور بات سن لینا چاہئے وہ یہ کہ جو ملک اصل سے دارالحرب ودارالکفر تھا پھر مسلمانوں نے اُس پر غلبہ پالیا اور احکام اسلام کو وہاں جاری کردیا اُس کے متعلق تمام علماء کا اتفاق ہے کہ وہ ملک اب دارالاسلام ہوگیا۔ کیونکہ اُس میں مسلمانوں کا غلبہ اور قہر متحقق ہوگیا۔ اور اگرچہ کسی حیثیت سے کفار کا بھی کچھ غلبہ وہاں باقی ہو تاہم بحکم الاسلام یعلوا ولا یعلی یہ ملک باتفاق دارالاسلام ہوگیا۔ جیساکہ پہلے اس کو واضح کردیا گیا ہے۔ اور اس کے بعد یہ بھی ظاہر کردینا ضروری ہے کہ اگر مسلمانوں کا داخلہ اور احکام اسلامیہ کا اجراء اس ملک میں غلبہ کے ساتھ نہو تو اس ملک کے دارالحرب ہونے میں کوئی فرق پیدا نہوگا۔ ورنہ جرمن اور روس اور فرانس اور چین (وغیرہ) جو نصاریٰ یا بت پرستوں کے قبضہ میں ہیں سب کے سب دارالاسلام کہلانے کے مستحق ہوجاینگے اور ساری دنیا میں کہیں دارالحرب کا نام ونشان نہ رہے گا۔ کیونکہ تمام ممالک کفار میں مسلمان باذن کفار احکام اسلامیہ کو ادا کرتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ تمام دنیا کو بحالت موجودہ دارالاسلام قرار دینا بالکل باطل ہے ؏

دہر مقامیکہ دارالاسلام بود۔ کفار برآں غلبہ کردند اگر غلبہ اسلام بالکلیہ رفع شد آں را حکم دار حرب شد واگر غلبہ کفار شد مگر ببعض وجوہ غلبہ اسلام ہم باقی ماندہ باشد آنرا دار اسلام خواہند داشت نہ دار حرب دریں مسئلہ اتفاق ہست اما این کہ غلبہ اسلام بالکلیہ رفع شدن چہ حد است۔ درآن خلاف شد درمیان ائمہ ما علیہم الرحمۃ ہرچہ صاحبین علیہ رحمۃ میفرمایند کہ اجرائے احکام الکفر علی الاعلان والاشتہار غلبہ اسلام را بالکلیہ رفع می کند البتہ اگر ہر دو فریق احکام خود را جاری باعلان کردہ باشند غلبہ اسلام ہم باقیست۔ ورنہ درصورت اعلان احکام کفار وعدم قدرۃ اہل اسلام براجرائے احکام خود بغلبہ خود الا باذن کفار غلبہ اسلام ہیچ قدر باقی نمی ماند۔ وہو القیاس۔ چراکہ ہرگاہ کفار چنان مسلط گشتند کہ احکام کفر علی الاعلان والغلبہ جاری کردند واہل اسلام آں قدر عاجز ومغلوب شدند کہ احکام خود جاری کردن نمی توانند ورد کفر راکہ شین وعار اسلام ست قدرہ ندارند۔ پس کدام درجہ اسلام باقیست کہ آں را دار اسلام گفتہ شود بلکہ تسلط وغلبہ بکمال کفار را شدہ

دارالاسلام پر کفار کا قبضہ

اور جو ملک یا شہر دارالاسلام تھا پھر سب پر کفار نے غلبہ کرلیا۔ اگر وہاں سے اسلام کا غلبہ بالکلیہ زائل ہوگیا تو وہ ملک اب دارالحرب کے حکم میں ہوگیا۔ اور اگر کفار کا غلبہ تو ہوا مگر بعض حیثیات سے اُس میں اسلام کا غلبہ بھی باقی ہے تو اس کو اب بھی دارالاسلام ہی کہا جائیگا نہ کہ دارالحرب۔ اتنی بات پر سب ائمہ کا اتفاق ہے۔ البتہ اس میں کلام ہے کہ غلبہ اسلام کے بالکل زائل ہوجانے کی حد کیا ہے سو اس میں صاحبین یعنی امام ابو یوسف ومحمد رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ جب کفار نے علی الاعلان احکام کفر کو جاری کردیا اور مسلمان اپنے غلبہ وقدرت سے بلا اجازت کفار احکام اسلام کو جاری نہیں کرسکتے تو غلبہ اسلام بالکل مرتفع ہوگیا اور یہ ملک بحکم دارالحرب ہوگیا۔ البتہ اگر دونوں فریق یعنی اہل اسلام وکفار اپنے اپنے احکام کو اپنے اپنے غلبہ اور قدرت سے علی الاعلان جاری کرتے ہوں تو ابھی تک اُس سے غلبۂ اسلام بالکلیہ زائل نہیں ہوا۔ اور اس ملک کو دارالحرب نہیں کہسکتے۔ اور جبکہ کفار اپنے احکام کو غلبہ وتسلّط کے ساتھ علی الاعلان جاری کرتے ہوں اور مسلمان بلا ان کی اجازت کے اپنے احکام علی الاعلان جاری رکھنے پر قدرت نہ رکھیں تو وہاں غلبۂ اسلام بالکل مرتفع اور زائل ہوگیا۔ اور قیاس اسی کا مقتضی ہے جو حضرات صاحبین فرماتے ہیں۔ کیونکہ جب کفار اس طرح مسلط ہوگئے کہ احکام کفر اپنے غلبہ سے علی الاعلان جاری کرتے ہیں اور اہل اسلام اس قدر عاجز و مغلوب ہوگئے کہ اپنے احکام جاری نہیں کرسکتے اور احکام کفر کو جو کہ اسلام کے لئے عار اور ننگ ہیں دو نہیں کرسکتے۔ تو اب کونسا درجہ اسلام کا باقی ہے کہ اس ملک کو دارالاسلام کہا جائے۔ بلکہ اس صورت میں تسلط اور غلبہ کفار انتہا کو پہنچ گیا ہے۔

ؔ۵ فتاوی عزیزی جلد اول صد ۱۷ مطبوعہ مجتبائی میں ہے۔ مراد از اجرائے احکام کفر این است کہ در مقدمہ ملک داری۔ وبند وبست رعایا۔ واخذ خراج وباج وعشور اموال تجارت وسیاست قطاع الطریق وسراق وفصل خصومات وسزائے جنایات کفار بطور خود حاکم باشند آرے اگر بعضے احکام اسلام را مثل جمعہ وعیدین واذان وذبح بقر تعرض نہ کنند نہ کردہ باشند۔ ۱۲

ودارحرب گشت بالفعل بعدازاں ہرچہ خواہد شد خواہد شد۔ مگر الحال دردارحرب و مغلوب کفار بودن بظاہر ہیچ دقیقہ باقی نماندہ و مثل دارحرب قدیم مسلط غلبہ کفار شدہ کما ہو الظاہر۔

واما ابوحنیفہؒ بنظر خفی واستحسان فرمودہ وداراسلام رابحکم دارکفر دادن احتیاط کردہ تاچیزے از آثار غلبہ یافتہ شود یا دراستیلائے کفار وہن محسوس گردد کہ رفع بر مسلمانان سخت نیاید حکم بدارکفر نباید کرد۔ پس دو شرط دیگر زائد فرمود۔ یکے آن کہ آن دیہ و بلد مستولی علیہ الکفار متصل بدارکفر گردد چنانچہ درمیان ایں قریہ مستولی علیہا ودارحرب موضع از داراسلام حائل نماند کہ باین اتصال والقطاع از داراسلام بآن پیدا می شود کہ باحد از کفار درآمد و غلبہ و قہر کفار بقوۃ باشد و استخلاص آن از دست کفرہ دشوار گردید و مقہوریت مسلمین سکان آنجا بکمال رسید۔ و این بمشابہ آنست کہ اگر کفار بر مال مسلمانان استیلا کنند اگر باحراز اوشان برسید بملک ایشاں می درآید و اگر احراز از ایشان بدار خود نشدہ انقطاع ملک و مالک مسلم نمی شود کما ہو مقرر فی سائر الکتب۔

اور یہ ملک بالفعل دارالحرب ہوگیا۔ آیندہ جو کچھ ہونا مقدر ہے وہ ہو رہے گا۔ مگر اس وقت اس کے دارالحرب اور مقہور کفار ہونے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رہا۔ اور قدیم دارالحرب کیطرح کفار کا مغلوب و مقہور ہوگیا جیساکہ بالکل ظاہر ہے۔ لیکن امام اعظم ابوحنیفہؒ نے نظر دقیق سے بطور استحسان کے یہ فرمایا ہے کہ جب تک غلبہ اسلام کے آثار میں سے کوئی چیز پائی جائے یا استیلاء کفار میں ایسا ضعف محسوس ہو کہ مسلمانوں پر اس کا زائل کر دینا مشکل نہو۔ اس وقت تک اس ملک پر دارالکفر ہونیکا حکم نہیں کرنا چاہیے اسی بنا پر امام اعظمؒ نے اس ملک کے دارالحرب ہونے کیلئے دو شرطیں زائد فرمادیں۔ **شرط اول** ایک یہ کہ جس دارالاسلام پر کفار نے تسلط کیا ہے وہ دارالحرب کی ساتھ متصل ہو۔ اس کے اور دارالحرب کے درمیان کوئی ملک یا شہر دارالاسلام حائل نہو۔ کیونکہ اس طرح دارالحرب کی ساتھ اتصال اور دارالاسلام سے انقطاع کی وجہ سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اب یہ ملک پوری طرح سے کفار کے قبضہ میں چلاگیا اور تسلط اور غلبہ اُن کا مستحکم ہوگیا اور اُن کے ہاتھوں سے چھڑانا اس کا مشکل ہوگیا۔

اور یہ مسئلہ اس کی نظیر ہے کہ اگر کفار مسلمانوں کے مال پر استیلاء و تسلط کرلیں تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اس مال کو اپنے ملک میں لیجاکر مکمل قبضہ کرلیں۔ اس صورت میں تو یہ مال ان کی ملک میں داخل سمجھا جائیگا۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ ہنوز اس مال کو اپنے ملک میں نہیں لیگئے اور احراز و قبضہ مکمل نہیں ہوا تو اس وقت تک اس کے مالک کی ملک اس سے منقطع نہیں ہوئی اور کفار کی ملک میں داخل نہیں ہوا۔ جیساکہ تمام کتب فقہ میں یہ مسئلہ طے شدہ ہے۔ ہدایہ وغیرہ

قال فی الهدایة واذا غلبوا علی اموالنا واحرزوها بدارهم ملکوها الخ وقال ایضا غیر ان الاستیلاء لا یتحقق الا بالاحراز بالدار لانه عبارة عن الاقتدار علی المحل حالاً ومآلاً الخ

پس ہچنان اگر ارض وعقار بلدے مثلاً مستولی علیہ کفار شد اگر استیلاء تمام گشت کہ محرز ببلد کفر گشت وآن احراز باتصال او ہست بدار کفر وانقطاع او از دار اسلام پس مقہور ابدی کفر گشت ورنہ ہنوز استیلاء اہل اسلام باقیست واگرچہ ضعیف باشد بحکم اسلام یعلو باید کہ دار اسلام بماند، پس حاصل این شرط ہم ہمون غلبہ کفار است ومغلوبیت اہل اسلام کہ اصل کلی اولاً بیان کردہ شد،

شرط دوم شرط دوم آنکہ امانیکہ حاکم اسلام بسبب غلبہ حکومت خود مسلمانان را بسبب اسلام وکفار رعایا را بوجہ عقد ذمہ دادہ بود مرتفع گردد کہ بآن امان کس بنفس وجان خود ومال مامون نماند یعنی چنانکہ بسبب امن دادن حاکم اسلام ہمہ مامون شدہ بودند کہ کسی را بسبب خوف حاکم آن مجال نبود کہ تعرض

واذا غلبوا علی اموالنا واحرزوها بدارهم ملکوها انتهی	اور جب کفار ہمارے اموال پر غالب آجائیں اور انکو اپنے ملک میں لیجائیں تو وہ ان اموال کے مالک ہوجاتے ہیں۔
اور فرمایا ہے۔	
غیر ان الاستیلاء لا یتحقق الا بالاحراز بالدار لانه عبارة عن الاقتدار علی المحل حالاً ومآلاً	مگر استیلاء کفار اس وقت تک متحقق نہیں ہوتا جب تک وہ ان اموال کو اپنے ملک میں نہ لیجائیں کیونکہ استیلاء کی حقیقت یہ ہے کہ کسی محل پر قبضہ بالفعل بھی ہو اور (نظاہر انتہا) وہ قبضہ باقی بھی رہ سکے

پس اسی طرح اگر کسی زمین یا کسی شہر پر کفار کا استیلاء ومکمل تسلط اس طرح ہوگیا کہ اس کا احراز دار الحرب کے ساتھ ہوگیا اور احراز کی صورت زمین کے بارہ میں یہی ہوسکتی ہے کہ اس کا اتصال دار الحرب کیساتھ ہوجاوے اور دار الاسلام سے منقطع ہوجاوے تو اس صورت میں وہ ملک بالکلیہ مقہور کفار ہوگیا۔ اور جب تک ایسا نہ ہو تو اس پر استیلاء اہل اسلام باقی سمجھا جاویگا۔ اگرچہ یہ استیلاء وتسلط ضعیف ہی ہو۔ اور بحکم الاسلام یعلو ولا یعلی اس کا مقتضی یہ ہوگا کہ یہ ملک دار الاسلام باقی رہے۔ پس خلاصہ اس شرط کا بھی وہی غلبہ کفار اور مغلوبیت اہل اسلام ہے جو ابتدا میں بطور قاعدہ کلیہ کے بیان کردیا گیا ہے۔

شرط دوم (امام اعظم کے نزدیک) یہ ہے کہ حاکم اسلام نے جو امان مسلمانوں کو بسبب اسلام کے اور کفار رعایا کو بسبب ذمی ہونیکے دے رکھا تھا وہ امان زائل ہوجاوے کہ کوئی شخص اس سابق امان کی وجہ سے اب اپنے جان ومال پر مامون نہ رہے۔ یعنی جیسا کہ حاکم مسلم کے امن دینے کی وجہ سے سب بیخوف تھے کسی کو اس کی مجال نہ تھی کہ کسی کے جان ومال پر ظلم کرے۔

بجان ومال مسلم و ذمی نماید این نبود مگر بسبب غلبۂ قوت و شوکت حاکم مسلم پس این امان باقی نماند که کس بوجہ این امان بے خدشہ از تعرض جان ومال خود مامون نبود بلکہ این امان بیکار محض گردد واما اینکہ مشرکین مستولین و ہند موجب امن گردد پس ظاہر است کہ تا بسبب امن حاکم مسلم خوف موذی رفع خواہد بود غلبہ و شوکت امن مسلم بنوعے باقی خواہد ماند۔ کہ و ہرگاہ کہ در آن چیزے نماند بلکہ امن مشرک تسلط محیط نظر گردید۔ امان اول رفع شد پس نزد امام علیہ الرحمۃ ہرگاہ کہ بعد اجرائے حکم کفر علی الاشتہار این دو شرط ہم یافتہ شد غلبۂ کفر من کل الوجوہ ثابت شد و غلبۂ اسلام من کل الوجوہ رفع گردید۔ اکنون بدار حرب ناچار حکم خواہد شد ؎

اہل دانش را ازین ہم معلوم می شود کہ مدار این قول ہم بر قہر و غلبہ است و بس کہ اول در اصل کلی واضح کردہ شد۔ بعد ازیں تقریر روایات فقہا را باید شنید کہ بنقل بعض آن سند تقریر این بندہ حاصل خواہد شد و بذکر بعض حال کل روایات این باب واضح گردد

قال فی عالمگیریہ قال محمد فی الزیادات انما یصیر دار الاسلام دار الحرب عند ابی حنیفۃ

اور یہ ظاہر ہے کہ ایسا امن بدون حاکم مسلم کے غلبہ اور قوت وشوکت کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ پس اب یہ امان باقی نہ رہے بلکہ بیکار ہو جاوے۔ اور باعث امن صرف وہ امان ہو جو غالب آنے والے کفار اپنے قانون کے موافق دیں۔ پس ظاہر ہے کہ جب تک حاکم مسلم کے امن کی وجہ سے موذی کا خوف رفع ہوتا ہے تو غلبہ وشوکت اس حاکم مسلم کا باقی سمجھا جائیگا۔ اور جب یہ کچھ باقی نہ رہے بلکہ کافر متغلب کے امن ہی پر نظر رہ جائے تو امان اول زائل ہو گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک علی الاعلان اجرائے احکام کفر کے بعد جب یہ دو شرطیں بھی پائی جائیں اس وقت من کل الوجوہ غلبۂ کفار مانا جائیگا اور غلبۂ اہل اسلام کو زائل و مرتفع سمجھا جائیگا۔ اس وقت ناچار اس ملک پر دار الحرب ہونے کا حکم کیا جائیگا۔

اہل عقل کو اس سے بھی معلوم ہو گیا کہ اس قول کا مدار بھی صرف قہر و غلبہ پر ہے جس کی توضیح ابتدا میں بضمن قاعدہ کلیہ کر دی گئی ہے۔

اس کے بعد فقہاء کی روایات و عبارات سننی چاہیے کہ اُن میں سے بعض سے بندہ کی تقریر مذکور کی دلیل حاصل ہو گی اور بعض سے اس مسئلہ کے متعلق روایات کی حقیقت واضح ہو جائیگی ؎

عالمگیری میں ہے ؎

قال محمد فی الزیادات انما یصیر دار الاسلام دار الحرب عند ابی حنیفۃ رح	امام محمد رح نے زیادات میں فرمایا ہے کہ امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک دار الاسلام کا دار الحرب ہونا

بوجوہ احدھا اجراء احکام الکفر علی سبیل الاشتھار وان لایحکم فیھا بحکم الاسلام الثانی ان تکون متصلۃً بدار الحرب لایتخلل بینھما بلدۃ من بلاد الاسلام۔ الثالث ان لایبقی مسلم او ذمی اٰمنا بامانہ الاول الذی کان ثابتا قبل استیلاء الکفار للمسلم باسلامہ۔ وللذمی بعقد الذمۃ وصورۃ المسئلۃ علی ثلثۃ اوجہ اما ان یغلب اھل الحرب علی دار من دورنا او ارتد اھل مصرٍ وغلبوا واجروا احکام الکفر او نقض اھل الذمۃ العھد وتغلبوا علی دارھم ففی کل ھذا لاتصیر دار حرب الا بثلث شرائط۔ وقال ابویوسفؒ ومحمدؒ بشرطٍ واحدٍ لاغیر وھو اظھار احکام الکفر وھو القیاس انتھیٰ"

بوجوہ احدھا اجراء احکام الکفر علی سبیل الاشتھار وان لایحکم فیھا بحکم الاسلام الثانی ان تکون متصلۃً بدار الحرب لا یتخلل بینھما بلدۃ من بلاد الاسلام الثالث ان لایبقی مسلم او ذمی اٰمنا بامانہ الاول الذی کان ثابتا قبل استیلاء الکفار للمسلم باسلامہ وللذمی بعقد الذمۃ۔ وصورۃ المسئلۃ علی ثلثۃ اوجہٍ اما ان یغلب اھل الحرب علی دار من دورنا او ارتد اھل مصرٍ وغلبوا واجروا احکام الکفر او نقض اھل ذمۃ العھد وتغلبوا علی دارھم ففی کل ھذا لاتصیر دار حرب الا بثلث شرائط۔ وقال ابویوسفؒ ومحمدؒ بشرطٍ واحدٍ لاغیر وھو اظھار احکام الکفر وھو القیاس انتھیٰ

چند وجوہ پر ہے۔ ایک احکام کفر کا علی الاعلان جاری کرنا احکام اسلام وہاں جاری نہ رہنا۔ دوسرے یہ کہ وہ دار الحرب کی ساتھ متصل ہوجاوے اُن کے درمیان کوئی شہر دار الاسلام کا حائل نہو۔ تیسرے یہ کہ کوئی مسلمان اور کوئی ذمی کافر اپنے اُس امان سابق کی ساتھ مامون ومحفوظ نرہ سکے جو اُس کو غلبۂ کفار سے پہلے بحیثیت مسلمان ہونے کے یا بحیثیت عہد ذمہ کے حاصل تھا اور صورت دار الحرب بننے کی تین ہیں۔ ایک یہ کہ اہل حرب ہمارے دار الاسلام پر غالب آجائیں۔ دوسرے یہ کہ (معاذ اللہ) کسی شہر کے مسلمان مرتد ہوکر شہر پر غالب آجائیں اور احکام کفر جاری کردیں تیسرے یہ کہ ذمی کافر (جو مسلمانوں کی رعایا بنکر رہتے تھے) عہد شکنی کرکے باغی ہوجاویں اور دار الاسلام پر غالب آجائیں لیکن ان تمام صورتوں میں دار الاسلام اُس وقت تک دار الحرب نہوگا جب تک تین شرطیں (مذکورہ) نہ پائی جاویں۔ اور امام ابویوسفؒ ومحمدؒ فرماتے ہیں کہ صرف ایک شرط متحقق ہونے سے دار الحرب کا حکم کردیا جائیگا۔ اور وہ شرط یہ ہے کہ احکام کفر کو علی الاعلان جاری کردیں۔ اور قیاس اسی کا مقتضے ہے!

لہ شرح زیادات للعتابی میں اسکی تصریح ہے اُسکی عبارت یہ ہے دار الاسلام انما تصیر دار الحرب بثلاث شرائط احدھا اجراء احکام الکفار علی سبیل الاشتھار والثانی ان یکون متاخمہ بدار الحرب ای متصلہ لایتخلل بینھما بلدۃ من بلاد الاسلام والثالث ان لایبقی فیھا مسلم او ذمی اٰمنا بالامان الاول فشرط ھذہ الشرائط لیکون علیھا علی تمام القہر والاستیلاء (فتاوی مجموعہ مولانا عبدالحی جلد ۲ مطبوعہ یوسفی لکھنؤ ص ۲)۱۲

قال فی جامع الرموز فاما صیرورتها دار الحرب فعندہ بشرائط احدها اجراء احکام الکفر اشتهاراً بان یحکم الحاکم بحکمهم ولا یرجعون الی قضاۃ المسلمین کما فی البحر والثانی اتصال بدار الحرب بحیث لا یکون بینهما بلدۃ من بلاد الاسلام ما یلحقهم المدد منها الخ

ازیں روایت جامع رموز دو امر واضح شدند یکے آنکہ مراد از اجرائے حکم اسلام اظہار حکم اسلام است علی سبیل الغلبہ نہ مطلق ادائے جماعت وجمعہ مثلاً چرا کہ میگوید یحکم بحکمهم ولا یرجعون الی قضاۃ المسلمین یعنی قضاۃ مسلمین را ہیچ شوکت و وقعت نماند کہ بایشان رجوع کردہ شود۔ وہمچنان از حکم مسلمین در دار حرب حکم بغلبہ کردن نہ محض ادا، باظہار کما ہو الظاہر۔

بہر حال حکم اسلام وحکم کفر ہر دو علی سبیل القوۃ والغلبہ مراد است نہ محض ادا باظہار۔

اور جامع الرموز میں ہے

فاما صیرورتها دار الحرب فعندہ بشرائط احدها اجراء احکام الکفر اشتهاراً بان یحکم الحاکم بحکمهم ولا یرجعون الی قضاۃ المسلمین کما فی البحر والثانی اتصال بدار الحرب بحیث لا یکون بینهما بلدۃ من بلاد الاسلام ما یلحقهم المدد منها الخ

لیکن دار الاسلام کا دار الحرب ہوجانا سو یہ امام اعظم کے نزدیک تین شرطوں پر موقوف ہے ایک اجراء احکام کفر علی الاعلان اس طرح کہ حکام وقت کفار کے حکم کو جاری کریں اور لوگ مسلمان قاضیوں کی طرف مراجعت نہ کرسکیں جیساکہ بحر الرائق میں مذکور ہے دوسرے اس کا دار الحرب کی ساتھ ایسا متصل ہوجانا کہ کوئی شہر اسلامی شہروں میں سے درمیان میں حائل نہ رہے جس سے مسلمانوں کو مدد پہونچ سکے۔

جامع الرموز کی اس روایت سے دو امر واضح ہوئے۔ اول یہ کہ احکام اسلام کے جاری کرنے سے مراد یہ ہے کہ غلبہ اور قوت کے ساتھ احکام اسلام جاری کئے جاویں نہ کہ مطلقاً ادائے جماعت وجمعہ (باذن کفار) کیونکہ جامع الرموز کی عبارت میں ہے یحکم بحکمهم ولا یرجعون الی قضاۃ المسلمین۔ یعنی قضاۃ مسلمین کو کسی قسم کی شوکت وقعت نہ رہے کہ لوگ ان کی طرف رجوع کرسکیں۔ اسی طرح مسلمانوں کا دار الحرب میں احکام اسلام کا جاری کرنا اُسی صورت میں اُس کو دار الاسلام بنا سکتا ہے جبکہ یہ اجرا اور احکام علی الاعلان اپنے غلبہ وتسلط کے ذریعہ ہو۔ جیساکہ بالکل ظاہر ہے۔

بہر حال حکم اسلام اور حکم کفر دونوں بطریق غلبہ معتبر ہیں نہ کہ محض ادا بطریق اظہار۔

سلہ شرح زیادات للعتابی میں اسکی تصریح ہے اسکی عبارت یہ ہے۔ دار الاسلام انما تصیر دار الحرب بثلاث شرائط احدها اجراء احکام الکفار علی سبیل الاشتهار والثانی ان یکون متاخماً بدار الحرب ای متصلۃ لا یتخلل بینهما بلدۃ من بلاد الاسلام والثالث ان لا یبقی فیها مسلم او ذمی امنا بالامان الاول فشرط هذہ الشرائط لیکون علما علی تمام القهر والاستیلاء

(مجموعہ فتاویٰ مولانا عبد الحی جلد ۲ مطبوعہ یوسفی لکھنؤ صفحہ ۱۶۱) ۱۲ سلہ ج مفتی سعد اللہ صاحب رامپوری اپنے فتوے میں شرح ملتقی الابحر سے نقل کرتے ہیں الاتصال بدار الحرب بحیث لا یکون بینهما بلاد الاسلام یلحقوا المدد۔ پس معلوم ہوا کہ فقط جامع الرموز ہی میں لحوق مدد کا ذکر نہیں بلکہ دوسری کتابوں میں اسکا ذکر ہے۔ سلہ م جلد رابع کتاب الجہاد صفحہ ۵۱۳ مطبوعہ نولکشور ۱۹۰۶ء میں یہ عبارت ہے ۱۲

دوم اینکہ غرض از شرط اتصال وانقطاع ہمون قوۃ است کہ در صورت اتصال بدار مدد بقریہ معلومہ نمی رسد بخلاف صورت انقطاع از دارحرب ولحوق مددمی تواند پس ہنوز قوت اسلام باقیست۔

وفی خزانۃ المفتین دار الاسلام لایصیر دار الحرب الا باجراء احکام الشرک فیہا وان تکون متصلا بدار الحرب لایکون بینہا وبین دار الحرب مصر للمسلمین وان لایبقی فیہا مسلم او ذمی امنا بالایمان الاول وان لایبقی فیہا مسلم او ذمی امنا علی نفسہ الا بامان المشرکین الخ

وفی بزازیہ[له] قال السید الامام والبلاد التی فی ایدی الکفرۃ الیوم لاشک انہا بلاد الاسلام بعد لان لم یظہر فیہا احکام الکفر بل القضاۃ المسلمون۔ انتہی

پس باید کہ دلیل بودن بر آن بلاد اسلام می آرد بقول بل القضاۃ المسلمون کہ حکم احکام اسلام بر طور اول باقیست ونمی گوید لان الناس یصلون ویجمعون چراکہ مراد از اجرائے حکم اجرائے حکم بطور شوکت وغلبہ است نہ ادائے مراسم دین خود برضاء حاکم غالب در در المختار گوید۔

دوسری بات جامع الرموز کی عبارت سے یہ مستفاد ہوئی کہ دارالحرب کیساتھ متصل ہونے کی جو شرط امام صاحبؒ کے نزدیک ضروری ہے اس کا مطلب بھی وہی قوت وغلبہ ہے کیونکہ دارالحرب کے ساتھ متصل ہو جانے کی صورت میں مسلمانوں کو مدد نہیں پہونچ سکتی ہے بخلاف اُس صورت کے کہ دارالحرب سے انقطاع ہو تو مسلمانوں کو استخلاص دارالاسلام میں پہونچنے کا احتمال قریب ہے۔ اس لئے ابھی تک قوت اسلام کو باقی سمجھا جائیگا۔

اور خزانۃ المفتین میں ہے کہ کوئی دارالاسلام اُس وقت تک دارالحرب نہیں بن سکتا جب تک کہ اس میں احکام کفر علی الاعلان جاری نہ ہو جائیں اور وہ ملک دارالحرب کے ساتھ متصل نہو جائے کہ اس کے اور دارالحرب کے درمیان کوئی شہر بلاد مسلمین میں سے باقی نہ رہے اور یہ کہ کوئی مسلمان یا ذمی رعایا امان سابق کے ساتھ اب مامون ومحفوظ نہ رہ سکے بلکہ ہر مسلمان اور ذمی کو اس ملک میں بسر کرنا بغیر امان دینے کفار کے نہ ہو سکے۔ الخ اور فتاوی بزازیہ میں ہے سید امامؒ فرماتے ہیں کہ آجکل جو شہر کفار کے قبضہ میں ہیں بلاشبہ وہ ابھی تک دارالاسلام ہیں کیونکہ ان میں احکام کفر ظاہر نہیں ہوئے بلکہ قضاۃ وحکام وہاں مسلمان ہیں۔ تو اب یہ دیکھنا چاہئے کہ عبارت مذکورہ میں ان شہروں کے دارالاسلام ہونے پر یہ دلیل لائی ہیں کہ حکام وقضاۃ وہاں مسلمان ہیں جسکی وجہ سے احکام اسلام ان میں بدستور سابق باقی ہیں۔ دلیل میں یہ نہیں فرمایا کہ لوگ یہاں نماز پڑھتے ہیں اور جمعہ قائم کرتے ہیں کیونکہ اجرائی احکام سے مراد وہی اجراء ہے جو بطور غلبہ وشوکت کے ہو نہ یہ کہ اپنے دین کے مراسم وشعائر کو حاکم کافر کی رضا واجازت سے ادا کیا جاوے۔ اور در مختار میں ہے

[له] لہ [illegible] بزازیہ [illegible] عبارت ہے ۱۲

فی معراج الدرایہ[1] عن المبسوط البلاد التی فی ایدی الکفار بلاد الاسلام لا بلاد الحرب لانہم لم یظہروا فیہا حکم الکفر بل القضاۃ والولاۃ مسلمون یطیعونہم عن ضرورۃ او بدونہا وکل مصر فیہ وال من جہتہم یجوز لہ اقامۃ الجمعۃ والاعیاد والحدود وتقلید القضاۃ لاستیلاء المسلم علیہم فلو ولاۃ کفار یجوز للمسلمین اقامۃ الجمعۃ ویصیر القاضی بتراضی المسلمین ویجب علیہم ان یلتمسوا والیا مسلما اھ

وفیہ ایضا قلت[2] وبہذا یظہر ان ما فی الشام من جبل ایتم اللہ وبعض البلاد التابعۃ لہا کلہا بلاد الاسلام لانہا وان کانت لہا حکام دروز او نصاری لکنہم تحت حکم ولاۃ امورنا ولہم قضاۃ علی دینہم وبلاد الاسلام محیطۃ ببلادہم من کل جانب واذا اراد اولوا الامر تنفیذ احکامنا فیہم نفذہا انتہی"

ازیں ہر دو روایت واضح شد کہ برائے بقاء دار اسلامیہ بعد غلبۂ کفار بقا قوت وشوکت احکام اسلام وانفاذ ہو

معراج الدرایہ میں مبسوط سے نقل کیا ہے کہ وہ شہر جو کفار کے قبضہ میں ہیں دار الاسلام ہیں دار الحرب نہیں کیونکہ انھوں نے ان شہروں میں احکام کفر جاری نہیں کئے بلکہ وہاں ایسے حکام اور قاضی موجود ہیں جن کو مسلمانوں نے منتخب کرکے حاکم بنایا ہے اور وہ اُن کی بضرورت و بلا ضرورت اطاعت کرتے ہیں اور ہر ایسا شہر جس میں مسلمانوں کی طرف سے کوئی والی مقرر ہو اُس کے لئے اقامت جمعہ وشعائر اسلامیہ اور حدود وقصاص اور احکام وقضاۃ کا مقرر کرنا سب جائز ہیں کیونکہ ان پر امیر مسلم حاکم ہے۔ اور اگر خود کفار ہی نے کسی مسلمان کو حاکم بنا دیا تب بھی مسلمانوں کے لئے جائز ہے کہ اُس کی زیر حکومت جمعہ وغیرہ قایم کریں اور مسلمانوں کے اتفاق و راضی سے قاضی بن سکتا ہے اور (دار الحرب کے) مسلمانوں پر واجب ہے کہ کوئی والی مسلم تلاش کریں (اور اپنے معاملات کا رجوع اس کی طرف کریں) انتہیٰ"

اور اسی معراج الدرایہ میں ہے کہ میں کہتا ہوں کہ اس سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ ملک شام میں جو پہاڑ "ایتم اللہ" اور اس کے متعلقہ بعض شہر ہیں سب کے سب بلاد اسلام ہیں کیونکہ ان کے حکام اگرچہ قوم دروز یا نصاریٰ ہیں لیکن وہ سب ہمارے مسلم حکام کے تابع ہیں اور اُن کی طرف سے قضاۃ وحکام مقرر ہیں اور چاروں طرف سے بلاد اسلام اُن کے اس طرح محیط ہیں کہ جب ہمارے حکام واولو العصر چاہیں تو وہاں خود احکام نافذ کرسکتے ہیں انتہیٰ" ان دونوں روایتوں سے واضح ہوگیا کہ غلبہ کفار کے بعد کسی ملک کے دار الاسلام باقی رہنے کے لئے جو اجراء احکام اسلام شرط ہے اُس سے یہی مراد ہے کہ بطریق غلبہ وشوکت احکام

[1] یہ عبارت شامی جلد اول باب الجمعہ صفحہ ۵۹۵ میں ہے ۱۲۔ [2] یہ عبارت شامی جلد ۳ فصل فی استیمان الکافر صفحہ ۲۵۹ مطبوعہ مصر ۱۳۲۳ھ میں ہے ۱۲

بقوت غلبہ مراد می شود وہچنان در دار حرب اجرائے حکم اسلام اگر بقوت باشد رافع دار حربیہ نمی شود نہ ادائے محض شعار اسلام باذن ورضا حاکم مخالف دین۔

الحاصل غرض ازین شروط ثلاثہ نزد امام واز یک شرط کہ اجرائے حکم اسلام است نزد صاحبین ہمون وجود غلبہ وقوت مراد است اگر ببعض وجوہ باشد۔ ویہچ اہل فقہ نمی گوید کہ در ملک کفار اگر کسے باذن ایشان صراحتاً یا دلالۃً اظہار شعائر اسلام کند آن ملک دار اسلام می شود۔ حاشا وکلا کہ این دور از تفقہ ہست چون این مسئلہ محقق شد اکنون حال ہند را خود غور فرمایند کہ اجرائے احکام کفار نصاریٰ در این جا بچہ قوت وغلبہ ہست کہ اگر ادنیٰ کلکٹر حکم کرد کہ در مساجد جماعت ادا نکنید ہیچ کس از امیر وغریب قدرت ندارد کہ ادائے آن نماید۔

واین ادائے جمعہ وعیدین وحکم بقواعد فقہ کہ می شود محض بقانون ایشان است کہ در رعایا حکم جاری کردہ اند کہ ہر کس حسب دین خود است سرکار را بوئے مزاحمت نیست

اسلام جاری ہو سکتے ہوں۔ اسی طرح دار الحرب میں احکام اسلام کا اجرا جب اُس کے دار الحرب ہونے کو زائل کرسکتا ہے جبکہ یہ اجرائے احکام بطریق غلبہ وقوت ہو نہ یہ کہ دار الحرب کا حاکم اپنی اجازت سے احکام اسلام جاری کرا دے۔

حاصل یہ ہے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک مذکورہ سابقہ تین شرطوں سے اور صاحبین کے نزدیک شرط واحد یعنی اجرا احکام اسلام سے مقصود ایک ہی چیز ہے یعنی وجود غلبہ وقوت اگرچہ بعض وجوہ سے ہو۔ لیکن علماء اسلام میں کوئی شخص بھی اس کا قائل نہیں کہ کفار کے ملک میں اگر کوئی شخص اُن کی صریح اجازت یا اُن کی چشم پوشی کی وجہ سے شعائر اسلام کا اظہار کرے تو یہ ملک دار الاسلام ہو جائے گا۔ حاشا وکلا۔ کیونکہ ایسا خیال بالکل تفقہ سے دور ہے۔

حالت ہندوستان اور جب یہ مسئلہ (کلی طور پر) محقق ہو چکا تو اب ہندوستان کی حالت پر خود غور کرلیں کہ اس جگہ کفار نصاریٰ کے احکام کا اجرا کس قوت وغلبہ کے ساتھ ہے کہ اگر کوئی ادنیٰ کلکٹر یہ حکم کردے کہ مساجد میں جماعت ادا نہ کرو تو کسی امیر وغریب کی مجال نہیں کہ ادا کرسکے۔

اور یہ جو کچھ ادائے جمعہ وعیدین اور عمل (بعض) قواعد شرعیہ پر جو کچھ ہو رہا ہے محض اُن کے قانون کی وجہ سے کہ انھوں نے یہ حکم جاری کردیا ہے کہ ہر شخص اپنے اپنے مذہب میں آزاد ہے کسی کو اُس سے مزاحمت کا حق حاصل نہیں۔

وامن سلاطین اسلام کہ بود ازان نامے ونشانے نماندہ کدام عاقل خواہد گفت کہ امنے کہ شاہ عالم دادہ بود وکنون بہمون امن مامون نشستہ ایم بلکہ امن جدید از کفار حاصل شدہ بہمون امن نصاری جملہ رعایا قیام ہند می کنند واما اتصال۔ پس آن در ممالک واقلیم شرط نیست بلکہ در قریہ وبلد این شرط کردہ اند۔ کہ مدد رسیدن ازان مراد ومقصود است وکسے می تواند گفت کہ اگر مدد کابل یا شاہ روم آید کفار را از ہند خارج کند حاشا وکلا بلکہ اخراج ایشان بغایت صعب است جہاد وجنگ سامان کثیری خواہد بہر حال تسلط کفار بر ہند بدان درجہ است کہ در ہیچ وقت کفار را بر دار حرب زیادہ ازین نبود وادائے مراسم اسلام از مسلمانان محض باجازت ایشانست واز مسلمانان عاجز ترین رعایا کسے نیست۔ ہنود را ہم قدرے رسوخ است مسلمانان را نیست البتہ در ٹونک ورآمپور وبھوپال کہ حکام آنجا باوجود مغلوب بودن از کفار احکام خود جاری دارند دار اسلام توان گفت چنانچہ از روایات درمختار وغیرہ مستفاد می شود فقط۔ جزی اللہ تعالیٰ محقق ہذا المسئلۃ ومولف ہذا رسالۃ خیر الجزاء بجاہ خاتم النبیین خیر الانبیاء صلوات اللہ علیہم اجمعین۔

اور سلاطین اسلام کا دیا ہوا امن جو یہاں کے رہنے والوں کو حاصل تھا اب اُس کا کہیں نام ونشان نہیں کون عقلمند کہہ سکتا ہو کہ ہم جو امن شاہ عالم نے دیا ہوا تھا آج بھی ہم اُسی امن کے ذریعہ مامون بیٹھے ہوئے ہیں۔ بلکہ امن جدید کفار سے حاصل ہوا ہے اور اسی نصاریٰ کے دیئے ہوئے امن کے ذریعہ تمام رعایا ہندوستان میں قیام پذیر ہے، لیکن اتصال بدار الحرب سو یہ ممالک واقالیم عظیمہ کے لئے شرط نہیں بلکہ گاؤں اور شہر وغیرہ کیلئے شرط ہی جس کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہاں سے مدد پہونچنا آسان ہے اور اگر کوئی کہے کہ اگر شاہ کابل یا شاہ روم کی طرف سے مدد پہونچ جائے تو کفار کو ہندوستان سے نکال سکتے ہیں مگر حاشا وکلا یہ بالکل صحیح نہیں بلکہ ان کا اخراج ہندوستان سے سخت مشکل ہی بہت بڑے جہاد اور عظیم الشان سامان جنگ کو چاہتا ہی۔ بہرحال تسلط کفار کا ہندوستان پر اس درجہ میں ہے کہ کسی وقت بھی کفار کا تسلط کسی دار الحرب پر اس سے زیادہ نہیں ہوتا۔ اور شعائر اسلامیہ جو مسلمان یہاں ادا کرتے ہیں وہ محض اُن کی اجازت سے ہے ورنہ مسلمانوں سے زیادہ عاجز رعایا کوئی نہیں ہے۔ ہندوؤں کو بھی ایک درجہ کا رسوخ حکومت میں حاصل ہی مسلمانوں کو وہ بھی نہیں۔ البتہ ریاست ٹونک اور رامپور اور بھوپال وغیرہا کہ وہاں کے حکام باوجود مغلوب کفار ہونیکے اپنے احکام کو جاری رکھتے ہیں اُن کو دار الاسلام کہا جا سکتا ہی جیسا کہ درمختار وغیرہ کی روایات سابقہ سے مستفاد ہوتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ رشید احمد گنگوہی

الحمد للہ والمنۃ کہ رسالہ دار الحرب کا ترجمہ اردو تمام ہوا حق تعالیٰ اس کو بھی اصل کے ساتھ مقبول و نافع فرمائے آمین والحمد للہ الذی بعزتہ وجلالہ تتم الصالحات۔

بندہ محمد شفیع دیوبندی عفا اللہ عنہ

مدرس دار العلوم دیوبند

۱ فتاوی عزیزی جلد اول مطبوعہ مجتبائی میں ہے۔ معمول انگریزان واشباہ ایشان از شبہ دار الحرب است۔ اور اسی کتاب کے صفحہ ۱۵۵ میں شاہ عبد العزیز دہلوی رح فرماتے ہیں چوں مسلمان از جنگ برگردند ومستاشند

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶ پر ملاحظہ فرماویں)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵) گو کہ فکر جمع اسباب در دل داشتہ باشند اما از معاونت در مانند و اقامت مسلمانان با ستیمان ایشان گردد و تصرف بر املاک خود باذن ایشان کنند و جریان شعائر اسلام از راہ بے تعصبی ایشان باشد نہ از روئے خوف مسلمانان آن ملک دار الحرب گردد۔

یہ بات یہاں ظاہر کر دینا بہت ضروری ہے کہ آجکل ہندوستان باستثناء اسلامی ریاستوں کے اگر حضرت مجیب رح اور حضرت شاہ عبد العزیز رح اور بعض دیگر اکابر کی تصریح کے مطابق دار الحرب ہے۔ مگر واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دار الامان ہے۔ یعنی جس طرح سے حبشہ قبل ہجرت شریف کے باوجود دار الحرب ہونے کے۔ دار الامان تھا۔ اُسی طرح سے آجکل ہندوستان بھی دار الامان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں سے مسلمانوں کو ہجرت ضروری نہیں ہے۔ کاتب الحروف کے استفسار کے بعد حضرت گنگوہی رح نے ایسا ہی مشافہۃ فرمایا تھا جو بندہ کو خوب اچھی طرح سے یاد ہے مسئلہ کی وضاحت کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دار الحرب کے اقسام اور اُن کے احکام کی تفصیل بیان کر دی جائے لہٰذا عرض ہے۔ بخاری شریف بارھواں پارہ کتاب الجہاد باب لا ہجرت بعد الفتح مطبوعہ مجتبائی کے حاشیہ میں فتح الباری سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے۔ اعلم ان من یقدر علی الہجرۃ من دار الحرب ولا یمکنہ اظہار دینہ بہا واداء واجباتہ فالہجرۃ منہا واجبۃ علیہ واما من ہو قادر ولکنہ یمکنہ اظہار دینہ وَاداء واجباتہ مستحبۃ لتکثیر المسلمین ومعونتہم وجہاد الکفار والامن من غدراتہم والراحۃ من رویتہ المنکر بینہم۔

اس عبارت سے ظاہر ہوا کہ ہر دار الحرب سے ہجرت ضروری نہیں ہے۔ بلکہ بعض دار الحرب سے ہجرت فی نفسہ مستحب ہے نہ یہ وہ دار الحرب ہے جہاں اظہار دین اور اُس کے ضروریات کو ادا کرنے کی قدرت مسلمانوں کو ہو۔ اگر ایسے دار الحرب سے ہجرت نہ کیا جاوے تو شرعاً کوئی حرج نہیں ہے:

اور اشعۃ اللمعات جلد اول تحت حدیث اول۔ انما الاعمال بالنیات صفحہ ۳۵ میں ہے:

ہجرت در اسلام بر دو وجہ واقع است۔ اول انتقال از دارِ خوف بدارِ اماں۔ چنانچہ بعض صحابہ در ابتدائے اسلام بحبشہ ہجرت کردند تا از خوف شر و فساد مشرکان مکہ در آں باشند و چنانکہ بعض از مکہ بمدینہ رفتند پیش از ہجرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ثانی انتقال از دارِ کفر بدارِ اسلام و ایں بعد از تمکن و استقرار آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بود در مدینہ

خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سب سے اوّل مدینہ منورہ ہی دار الاسلام بنا ہے۔ اور اُس کے قبل دو ہی قسم کے دار الحرب تھے۔ دارِ امان جیسے حبشہ و دارِ خوف و شر جیسے مکہ مکرمہ زاد اللہ شرفاً و تعظیماً۔ ۱۲ منہ

بندہ محمد سہول عثمانی غفرلہٗ